عدل اجتماعی کے تصورات کا جائزہ و اہمیت

قرآن وحدیث اور عالمی مذاہب کے تناظر میں

ڈاکٹر آسیہ رشید
لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ نمل اسلام آباد

The reviewed significance of concept of collective Justice in the light of Quran & Hadith and International Religion,s Perspective.

ABSTRACT:

The Human is created in propotion and perfection by the creator: as He is Just and Fair and likes justice and fairness making laws and implementing is requried for establishing, mantaining and prosperity of human civilizations of the world.

Justice is a key on every level from individual to State and interstate for peaceful and smooth funtioning of the matters .....Justice holds universal value/acceptance from the laws of nature to the creation of beings. Injustice leads to choos, destruction, Social, moral and physical. It causes the decline and disgrace among civilized societies.

The choos and terrerism in contemporary world is all because of injustices practiced by indiviuals by States. The teaching of the prophets were to create a just and equal society, eliminate injustice from the world at every level whether, individual or collective. they were not promoting "Survival of the fitters" but "Justice and equality for everyone" in every sphere of life, political, social,cultural,economical etc.

Deviation from the teachings of Allah and Prophet Mohammad S.A.W is the way to Destruction.Any Nation forgoes / overlooks, denies, refuses, rejects negates justice became victim of injustice itself and the conclusion is ultimate Anarchy and choos.

Islam as a Religion------a universal Riligion demands the justice in every sphere of life, Islam and its teaching are for Peace and Prosperity. It promulgates and promotes Human dignity and the value of Justice, equlaity and Peace. Today the Ummah is in desporate need of adopting and practice of Justice and fairness ------as the creater had show In His Word and Work.

اللہ نے انسان کو بہترین، متناسب اور تعدیل کے ساتھ تخلیق کیا اس لئے کہ اللہ عادل ہے اور عدل کو پسند کرتا ہے۔(۱) عدل انسانی فطرت بھی ہے اور انسانی ساخت میں بھی شامل ہے۔ دنیا کے معاشرتی نظام کو چلانے اور انسانوں کو مہذب بنانے کیلئے قوانین بنانے اور اس پر سختی سے عملدرآمد کی ضرورت پڑتی ہے۔ متوازن و معتدل زندگی گزارنے اور امن وامان کو برقرار رکھنے کیلئے نیز کسی بھی قوم کی نظریاتی وتمدنی بنیادوں کو مستحکم رکھنے کیلئے حکومتی اور معاشرتی سطحوں پر عدل کا قیام انتہائی ناگزیر ہے عدل انفرادی سطح پر ہو یا اجتماعی سطح پر ہر جگہ اپنی ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ عدل کو آفاقی حقیقت کا درجہ حاصل ہے۔ دنیا کا کوئی بھی معاشرہ ہو خواہ مسلم معاشرہ یا غیر مسلم اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عدل کی تلقین کم وبیش تمام مذاہب میں کی گئی ہے۔

عدل اجتماعی کے بغیر سماج کی پیچیدگیوں بے چینی بدامنی اور انتشار سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ معاشی عدم توازن اور عدل اجتماعی سے محروم طبقات کے مسائل سے چشم پوشی معاشرے کا سب سے بڑا روگ ہے۔ معاشرے کی ساری ٹوٹ پھوٹ لوگوں کے مزاج میں عود کرآنے والے ہیجان واضطراب اور تیزی سے بڑھتی ہوئی عدم برداشت کی کیفیت، داخلی خلفشار دہشت گردی کے رجحانات کو پختہ کرنے والی انتہا پسندی کے پیچھے کارفرما عوامل کا کھوج لگائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب عدل اجتماعی کے فقدان کا ہی نتیجہ ہے۔

انبیاء کی مبعوثیت کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی تھا کہ معاشرے میں عدل وانصاف کا قیام ہو، چاہے وہ معاشرتی عدل ہو یا معاشی، قانونی عدل ہو یا سیاسی اور مذہبی، عدل کا قیام ہر پہلو اور ہر زاویہ سے دنیا کے ہر معاشرے میں ہو اور دنیا کے تمام معاشروں میں امن کی بالادستی ہو اور ظلم کے تاریک اندھیروں سے چھٹکارا ہو۔ دولت کے بل اور زور پر (دولت کے

بل بوتے پر اور زور آوری سے) حکمران، امراغرض کہ تمام متمول طبقے اپنے اثر رسوخ کی بنیاد پر عدل کو بھی اپنا مفلوج بنا کر رکھتے ہیں خالص اسلامی نظام ان کو گوارانہیں۔عصر حاضر کے تناظر میں شورائی نظام (نظام خلافت) اور مکمل جمہوری روایات کی پاسداری ان حکمرانوں اور امرا طبقات کے مزاج سے متضاد ہونے کی بناپر ان سے لگا کھاتی ہے۔کیونکہ شورائی نظام اور اسلامی جمہوری اقدار اجتماعی عدل کا تقاضا کرتے ہیں۔

سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے۔مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کا مقصد احکام الٰہی کے نفاذ کے ساتھ ساتھ نظام عدل وقسط قائم کرکے دنیا میں انسانوں کے رائج کئے جابرانہ وظالمانہ نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا تھا۔ مختصر یہ کہ خالص اسلامی شورائی نظام میں آزادی عدل، معاشی توازن اور ہمواری، سماجی برابری، حقوق انسانی، عزت ووقار، ترقی کے مبادی مواقع تہذیبی وثقافتی اور اخلاقی اقدار کی حفاظت کو لازم قرار دیتے ہیں۔عدل سے مراد ہے کہ باہمی تعلقات اور لین دین میں دیانتداری، عدالتی معاملات میں سچی گواہی اور عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے، انفرادی اور اجتماعی معاملات میں اعتدال کو اپنا کر افراط وتفریط سے بچنا ہے۔تاکہ حقوق العباد متاثر نہ ہوں اور اللہ اور نبی کریم ﷺ کے احکامات کی بھی پابندی ہو ورنہ اس نافرمانی کے نتیجے میں جو قوم عدل وانصاف کو ہاتھ سے جانے دیتی ہے تباہی وبربادی اسکا مقدر بن جاتی ہے اسلئے یہ امت مسلمہ کا فرض ہے کہ اپنی ذمہ داری کو کماحقہ سمجھے۔عدل ظلم کی ضد ہے جس معاشرے میں عدل نہیں ہوگا وہاں ظلم ہوگا اور ظلم معاشرے کیلئے تباہی کا باعث بنتا ہے اس لئے کہ کسی بھی ملک ومعاشرے سے عدل کو ختم کردیا جائے تو وہ معاشرہ اندرونی بدامنی اور انتشار کا شکار ہوکر رہ جاتا ہے۔اسلام عدل وانصاف پر زور دیتا ہے اسلئے کہ معاشرہ سے عدل وانصاف پر عمل نہ کرنے کے نتیجے میں معاشرہ میں ظلم بڑھ جاتا ہے اور انسانی معاشرہ درہم برہم اور اقوام وممالک کا امن وسکون ختم ہوجاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا، اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ. وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿(۲)

حضور ﷺ نے بھی اپنے کئی ارشادات میں عدل وانصاف کی اہمیت پر زور دیا ہے۔عدل کسی بھی نظام کی بقا کیلئے بے حد ضروری ہے۔انسان کو چاہیے کہ عدل کو اپنا کر اپنا فرض خوش اسلوبی سے سرانجام دے اور عدل وانصاف کے قیام کیلئے خلیفۃ اللہ کی حیثیت سے نظام عدل قائم کرے زندگی کے ہر شعبے میں قیام عدل کے لئے قرآن ونبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں مکمل راہنمائی فراہم کردی گئی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ

بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ.(۳)

سید ابوالاعلی مودودی فرماتے ہیں کہ

''میزان''یعنی وہ معیار حق وباطل جوٹھیک ترازو کی طرح تول تول کر یہ بتادے کہ افکار، اخلاق اور معاملات میں افراط وتفریط کی مختلف انتہاؤں کے درمیان انصاف کی بات کیا ہے؟ انبیاء کے مشن کے فوراً بعد معاً بعد یہ فرمانا خوداس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہاں لوہے سے مراد سیاسی وجنگی طاقت ہے اور کلام کا مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے رسولوں کو قیام عدل کی محض اسکیم پیش کردینے کیلئے مبعوث نہیں فرمایا تھا، بلکہ یہ بات بھی ان کے مشن میں شامل تھی کہ اس کو عملاً نافذ کرنے کی کوشش کی جائے اور وہ قوت فراہم کی جائے جس سے فی الواقع عدل قائم ہوسکے، اسے درہم برہم کرنے والوں کو سزادی جاسکے اور اس کی مزاحمت کرنے والوں کا زور توڑا جاسکے۔(۴)

عدل کی لغوی واصطلاحی تعریف

لغت کے اعتبار سے عدل کے معنیٰ برابری اور انصاف کے ہیں یعنی کسی چیز کو دوایسے حصوں میں تقسیم کردینا کہ کسی ایک میں کمی بیشی نہ ہو عدل کہلاتا ہے۔لیکن حقیقتاً کسی شے کا ٹھیک اپنے محل اور حدود کے اندر ہونے کا نام عدل ہے۔ ہرجگہ ناپی تولی ہوئی برابری عدل نہیں ہوتی۔ بلکہ حقوق کا توازن وتناسب کے ساتھ ادا کرنا عدل کہلاتا ہے۔عدل، ظلم وجور کی ضد ہے اور عدل کے معنیٰ: ہر حق دار کو اس کا حق بغیر کسی کمی بیشی کے دلانا ہے۔یعنی کسی معاملے میں افراط وتفریط کے بغیر۔(۵) اور کلمہ عدل کے مترادف الفاظ: القسط، الانصاف ۔لسان العرب میں ابن منظور افریقی لکھتے ہیں کہ:

انـه مستقيم، وهو ضد الجور، العدل؛ من اسماء الله هو الذى لايميل به الهوى العدل الحكم بالحق.(٦)

عدل اسکا معانی سیدھا ہے اور یہ جور کی ضد ہے عدل لفظ اللہ کے ناموں میں سے ہے یعنی وہ خواہشات کی طرف مائل نہیں ہوتا عدل حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کو کہتے ہیں۔

یعنی شریعت کے مطابق لوگوں کے ساتھ حق کا معاملہ اور خواہش نفس اور اس طرح کے دیگر کسی سبب سے ان کے حقوق پر عدم ظلم وزیادتی۔

امام جرجانی لکھتے ہیں کہ:

العدل الامر متوسط بين الافراط و التفريط.(٧)

عدل افراط وتفریط کے درمیان متوسط کام کو کہتے ہیں۔

ابوبکر رازی لکھتے ہیں:

قد انتظم العدل فى العمل و القول قال الله تعالىٰ ''و اذ قلتم فاعدلوا''(٨)

تحقیق کہ اپنے عمل اور قول کو عدل کے ساتھ منظم کروجیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بھی بات کروتو عدل کے

ساتھ کرو۔

عبرانی میں صداقاۃ اور مشپاط اور Tzedek یا Tzedakah بولا جاتا ہے۔انگریزی میں Justice اردو لغت میں اس کا ہم معنی انصاف۔

Charles Smith, Twentieth Century Encyclopaedia,4/173

12. Cecil Roth, The Standard Jewish Encyclopedia,1084.

سید سلیمان ندوی کے بقول:

''کسی بوجھ کو دو برابر حصوں میں اس طرح بانٹ دیا جائے کہ ان دو میں سے کسی میں ذرہ بھی کمی یا بیشی نہ ہو تو اس کو عربی میں ''عدل'' کہتے ہیں اور اسی سے وہ معنی پیدا ہوتے ہیں جن میں ہم اس لفظ کو اپنی زبان میں بولتے ہیں۔یعنی جو بات ہم کہیں یا جو کام کریں''(۹)

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ دو آدمیوں کو کوئی چیز برابر دی جائے تو یہ عدل ہے بلکہ عدل کا مفہوم سمجھنے میں مودودی صاحب کی رائے آسانی پیدا کر دیتی ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ عدل کا تصور دو مستقل حیثیتوں سے قریب ہے۔ایک یہ کہ لوگوں کے درمیاں حقوق میں توازن وتناسب قائم ہو دوسرے یہ کہ ہر ایک کو اس کا حق بے لاگ طریقے سے دیا جائے۔اردو زبان میں اس کا مفہوم انصاف سے کر دیا جاتا ہے کہ دو آدمیوں میں تقسیم نصف نصف کی بنیاد پر ہو اس سے عدل کے معنیٰ مساویانہ حقوق مراد لئے جاتے ہیں۔دراصل عدل جس چیز کا تقاضا کرتا ہے وہ توازن وتناسب نہ کہ برابری بعض حیثیتوں سے تو عدل بے شک معاشرے میں برابری چاہتا ہے مثلاً حقوق شہریت ہیں مگر بعض دوسری حیثیتوں سے مساوات بالکل خلاف عدل ہے۔مثلاً والدین اور اولاد کے درمیان معاشرتی اور اخلاقی مساوات اور اعلیٰ درجہ کی خدمات انجام دینے والوں اور کمتر درجے کی خدمات ادا کرنے والوں کے درمیان معاوضوں کی مساوات (۱۰)

چونکہ بعض لوگ عدل کے معنیٰ سے واقف نہیں۔اس لیے وہ مساوات کا عام مفہوم لے کر غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔حالانکہ عدل کا معنیٰ ہر طرح پر مساوات لینا مشکل اور محال اور بعید از عقل وفراست ہے بلکہ عدل کا معنیٰ جو چیز کسی محل کے قابل ہو۔اس کو اپنے محل میں استعمال کرنا ہے۔مرد کو مرد کے حقوق اور عورت کو عورت کے حقوق دینا عدل ہے۔ان دونوں میں ہر طرح سے برابری کا نام عدل نہیں ہوسکتا۔(۱۱)

یـاَیّها الذین آمنوا کونوا قوامین لله شهداء بالقسط ولایجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقویٰ.(۱۲)

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔عدل کرو یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

شیخ الہند نے اس آیہ کی تفسیر کے ضمن میں لکھا ہے کہ: قوامین للہ میں حقوق اللہ کی طرف اور شہداء بالقسط میں حقوق

العباد کی طرف اشارہ ہے۔عدل کا مطلب ہے کسی کے ساتھ بدون افراط وتفریط معاملہ کرنا جس کا واقعی مستحق ہے عدل وانصاف کی ترازو ایسی صحیح اور برابر ہونی چاہیے کہ عمیق سے عمیق محبت اور شدید سے شدید عداوت اس کے دونوں پلڑوں میں سے کسی کو جھکا نہ سکے۔معلوم ہوتا ہے کہ ''عدل وقسط'' یعنی دوست دشمن کے ساتھ یکساں انصاف کرنا اور حق کے معاملے میں جذبات محبت وعداوت سے قطعاً مغلوب نہ ہونا، یہ فضیلت حصول تقویٰ کے مؤثر ترین اور قریب ترین اسباب میں سے ہے۔(۱۳)

عدل کی تاریخ

دنیا کے مختلف معاشروں پر نظر ڈالیں تو ہمیں اجتماعی فضاء میں عدل کا فقدان نظر آتا ہے۔مسیحیت رومن امپیریلزم کے زیر سایہ پروان چڑھی اس وقت یہودیت جمود کا شکار ہو کر بے جان رسموں اور کھوکھلے بے روح مظاہر میں تبدیل ہو چکی تھی۔رومن ایمپائر کے پاس اس کے وہ مشہور قوانین تھے جواب بھی یورپ کے قوانین کا منبع ہیں۔رومن سماج اپنی مخصوص سماجی قدریں اور خود بنایا ہوا اجتماعی نظام رکھتا تھا۔مسیحیت نے رومن سماج کو کوئی نیا نظام یا نئے قوانین نہیں دیے بلکہ یکسو ہر کر روحانی تزکیہ وتطہیر پر زور دینا ضروری سمجھا ہے۔مسیحیت نے خواہشات نفس پر قابو پانا سکھایا جس سے انسان پر فکر آخرت دنیاوی ضروریات پر غالب ہوگئی اور ان کی اصل منزل عالم خیال کی مقدس تمنائیں قرار پائیں۔اس کی خاطر اس نے اجتماعی زندگی کو حکومت وقت کے حوالے کر دیا۔کہ وہ وپنے سیکولر قانون کے ذریعے اس کی تنظیم عمل میں لائے۔اس طرح کی ریاست میں عدل وانصاف کس طرح میسر ہو سکتا تھا؟

چونکہ اہل یورپ نے دین ودنیا کو الگ رکھا اور یہاں سے انکے ہاں تفریق دین ودنیا پیدا ہوئی اور یورپ ہمیشہ عملی زندگی کی تنظیم وتعمیر سے کنارہ کشی رہا۔لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر چرچ معاشرتی وسیاسی زندگی سے کنارہ کش رہتا تو مذہبی افراد کیلئے ممکن نہ تھا کہ وہ اپنے مادی مفادات کا تحفظ کر سکیں اپنے اثر ورسوخ کو قائم رکھ سکیں اس کیلئے ضروری تھا کہ چرچ امرا کے مدمقابل ایک قوت بن کر ابھرے بعض ادوار میں تو چرچ کو اس قدر غلبہ حاصل تھا کہ جو کسی طرح بھی بادشاہوں کے غلبے سے کم نہ تھا۔اس کے نتیجے میں ریاست اور چرچ انتظامیہ کے مابین کشمکش کا آغاز ہوا اور عوام نے چرچ کا ساتھ دیا جب ان دونوں طاقتوں میں صلح ہوئی تو دونوں کے اپنے مفادات تھے اور سارا جھگڑا دنیاوی اقتدار کا تھا۔چرچ نہ تو مصلحت کی طرح صرف مذہب پر قانع، نہ پاپائیت کی طرح آخرت کے بارے میں حکم چلانے پر اکتفاء کر سکا، یورپ کی زندگی میں مذہب اور سائنس اور چرچ اور فکر ونظر کے درمیان کشمکش کا آغاز یہی سے ہوا۔

اب اسلام کی طرف نظر دوڑائیں تو اسلام ایک آزاد ملک میں پروان چڑھا۔جن پر کسی شہنشاہ یا ایمپائر کا تسلط نہیں تھا۔اس کی نشوونما ایک قبائلی بدوی معاشرہ میں ہوئی یہ دین کی ابتدائی نشوونما کیلئے سازگار ترین حالات تھے۔کیونکہ اسے بلا

کسی حقیقی رکاوٹ کے وہ معاشرہ برپا کرنے کا موقع ملا جو یہ قائم کرنا چاہتا تھا۔اس معاشرہ کی تنظیم کیلئے قانون سازی اور اس کی نشونما اور بقاء کیلئے مختلف تدابیر اختیار کی گئیں۔اسلام انسان کے قلب وضمیر اور معاملات پر بیک وقت چھایا رہتا ہے۔اسلام نے دونوں جہانوں کو انسان کے عالم نفسی میں جمع کیا۔

اسلام نے دین ودنیا کو بیک وقت ساتھ رکھا وہ فرد کے ضمیر اور جماعت کی عملی زندگی دونوں کا روح رواں بنا رہا۔اس کے نظام میں عملی سرگرمیاں کبھی بھی اس دینی جس سے جدا نہیں ہوئیں جو برائیوں کے خلاف سب سے بڑی روک ہے۔اسلام کا اولین کام پوری انسانی زندگی کی ایک جدید تشکیل ہے،عملی زندگی سے کنارہ کش ہوکر وجدان میں گوشہ گیر ہو ہی نہیں سکتا تھا اسلام اپنے تاریخی ارتقاء میں ایک لحہ کے لیے بھی مجبور نہیں ہوا کہ بادشاہ کے کوف سے اپنا دائرہ عمل محدود کرلے وہ ہمیشہ اپنا فرمانروا آپ رہا،یہاں تک کہ اس دور میں بھی جب جاہلیت عرب اس سے نبرد آزما تھے اس لیے کہ جاہلیت گہری جڑیں رکھنے والی سماجی روایات اور اس طرح کے مستحکم اجتماعی نظام سے محروم تھی۔جس طرح کے اجتماعی نظامے سے مسیحیت،عیسائیت کو اپنے ابتدائی دور میں سابقہ پڑا۔اسلام کا میدان عمل پوری انسانی زندگی ہے روحانی بھی مادی بھی دینی بھی دنیوی بھی۔وہ موزوں ترین فضا میں پروان چڑھا اور اسے اپنے مزاج کا پوری طرح مظاہرہ کرنے کا موقع ملا کوئی دین/مذہب سماج سے کٹ کر اپنا صحیح مزاج برقرار نہیں رکھ سکتا چاہے سماج کے آزاد مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔

اسلام صرف عبادت پر زور نہیں دیتا بلکہ اجتماعی زندگی اس کا اثاثہ ہے۔اجتماعیت کو دین سے کاٹ کر علیحدہ کرنا انسان اور اس دور کی آفت ہے دین کا مظہر نہیں۔اس کی ترغیب ہمیں قرآن نے دی اس کی تاکید محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی۔اسلام کے اصل منبع کے قریب رہنے والے مخلص صحابہ کرام تابعین عظام نے بھی یہی سمجھا تھا۔قرآن میں اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ.(۱۴)

نماز اور اپنے دیگر فرائض کی ادائیگی کے بعد جو وقت بچتا ہے وہ سعی وعمل اور زندگی کی جدوجہد کے لیے فارغ ہے۔اسی میں انسان عملی زندگی کے تقاضے پورا کرتا ہے۔اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:﴿وجعلنا اللیل لباساً وجعلنا النہار معاشاً﴾ (۱۵)اس لیے کہ دن میں زیادہ تر وقت معاش میں صرف ہوتا ہے نہ کہ عبادات مفروضہ میں۔اسلام میں عبادات محض مراسم بجالانیکا نام نہیں بلکہ پوری زندگی کا ہر لحہ احکام الہی کے تابع کرنے کا نام ہے یہ بھلے اور نیک کام اور اجتماعی خدمت عبادت میں شمار ہوتے ہیں۔(۱۶)

دنیا کے مختلف معاشروں میں تصور عدل

یہودی تصور عدل

موجودہ موسوی شریعت میں ہمیں قانون عدل کی لچک کہیں نظر نہیں آتی اور نہ ہی عفو ودرگزر کی کوئی صورت،تورات کی

کتاب احبار میں ہے:

''اور جو انسان مار ڈالے گا سو مار ڈالے گا۔توڑنے کے بدلے میں توڑنا، آنکھ کے بدلے میں آنکھ دانت کے بدلے میں دانت''(۱۷)

دوسری بات جو یہودی تصور عدل میں پائی جاتی ہے وہ اسرائیلی اور غیر اسرائیلی میں امتیاز ہے۔ایک ہی معاملہ اگر یہودی کے ساتھ کیا جاتا تو وہ ناجائز قرار اور اگر غیر یہود سے کیا جاتا تو جائز مثلاً:

''جو قرض ایک شخص نے دوسرے کو دیا ہو وہ سات سال بعد ضرور معاف کر دیا جائے مگر پردیسی سے تو اس کا مطالبہ کر سکتا ہے''(۱۸)

''سود لینا ممنوع ہے باپ بھائی کو سود پر قرض نہ دیتا مگر پردیسی کو سود پر قرضہ دیا جاسکتا ہے''(۱۹)

تالمود جس میں یہودیوں کے قانون کا تفصیلاً ذکر ہے اگر اس کا مطالعہ کیا جائے تو یہودیوں کے غیر اقوام کے متعلق قوانین جتنے سخت ہیں اس سے ان کی سوچ اور عمل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے مثلاً عہد نامہ عتیق اور تالمود اسرائیلی اور غیر اسرائیلی کے درمیان تفریق کرتی ہے۔(۲۰)

سید ابوالاعلیٰ مودودی بیان کرتے ہیں:

''تالمود میں کہا گیا ہے کہ اگر اسرائیل کا بیل کسی غیر اسرائیلی کے بیل کو زخمی کر دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں مگر غیر اسرائیلی کا بیل اگر اسرائیلی کے بیل کو زخمی کرے تو اس پر تاوان ہے۔اگر کسی شخص کو کسی جگہ کوئی گری ہوئی چیز ملے تو اسے دیکھنا چاہیے کہ گرد وپیش آبادی کن لوگوں کی ہے اگر اسرائیلیوں کی ہو تو اسے اعلان کرنا چاہیے۔غیر اسرائیلیوں کی ہو تو اسے بلا اعلان کرنا چاہیے غیر اسرائیلیوں کی ہو تو اس کو بلا اعلان وہ چیز رکھ لینی چاہیے۔ربی اشماعیل کہتا ہے ''اگرامی اور اسرائیلی کا مقدمہ قاضی کے پاس آئے تو قاضی اگر اسرائیلی قانون کے مطابق اپنے مذہبی بھائی کو جتوا سکتا ہو تو اس کے مطابق جتوائے اور کہے کہ یہ ہمارا قانون ہے۔اگرامیوں کے قانون کے تحت جتوا سکتا ہے تو اس کے تحت جتوائے اور کہے کہ یہ تمہارا قانون ہے اگر دونوں قانون ساتھ نہ دیتے ہوں تو پھر جس حیلے سے بھی وہ اسرائیلی کو کامیاب کر سکتا ہو کرے۔ربّی شموائیل کہتا ہے کہ ''غیر اسرائیلی کی ہر غلطی سے فائدہ اٹھایا جائے''(۲۱)

عدل وانصاف کے اس تصور نے یہود میں برائیاں پیدا کر دی تھیں اور کر دی ہیں۔یہود کے قانون میں لچک کے فقدان نے انہیں سخت مزاج درشت بنا دیا تھا۔قرآن نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔(۲۲)

یہود حرام خور بن گئے کیونکہ وہ غیر اسرائیلی سے سود کو جائز سمجھتے اور گری پڑی چیز کو ہضم کر جاتے قرآن نے ان کی اس صفت کا بھی تذکرہ کیا ہے چونکہ یہود اسرائیل اور غیر اسرائیل میں امتیاز برتتے تو اس سے ان میں تکبر ونخوت کوٹ کوٹ کر بھر گئی قرآن نے اس کا بھی ذکر کیا ہے۔(۲۳)

چونکہ یہود خود کو اللہ کی لاڈلی قوم سمجھتے تھے اور اپنی پیدائشی برتری نے ان کو گناہوں پر دلیر بنا دیا تھا اس لیے وہ کہتے

تھے کہ دوزخ کی آگ ہمیں چھوئے گی نہیں مگر چند دن یہ تو غیر اسرائیلیوں کیلئے ہے ۔قرآن کریم میں ہمیں اس کا بھی تذکرہ ملتا ہے ۔(۲۴)

اسرائیلیوں کے اس قانون امتیاز نے انہیں اتنا دلیر کر دیا کہ انہوں نے اسرائیلی فرد کیلئے شرعی قوانین میں بھی ترمیم شروع کر دی ۔(۲۵)

آج ہم اپنے معاشرے میں دیکھتے ہیں سودخوری اس وقت دنیا کی اسی فیصد معاشیات پر قابض ہے ۔ملٹی نیشنل کمپنیز کی بھاگ دوڑ ان کے ہاتھ میں ہے اور مسلمانوں کیلئے اس میں سوچنے کا پہلو جہاں موجود ہے وہاں عملی طور پر بھی معاشرتی ترقی میں جب تک آگے نہیں بڑھیں گے اور اپنی محنت علم وعمل کے بل بوتے پر ملک کو نفع نہیں دیں گے اس وقت تک غیر اقوام کے ہاتھوں پستے رہیں گے ۔لمحہ فکریہ ہے اس پر تمام علماء، اسکالرز، سائنسدان اور معاشی ماہرین کو سوچنے اور کوئی ایسی پالیسی بنانے کی ضرورت ہے تاکہ سود سے بھی نجات ہو اور ملک کو بھی نفع اور مذہب پر بھی عمل ہو ۔آج مذہب سے دوری ہی مسلمانوں کو اس قدر پیچھے کیے ہوئے ہے ۔آج ان اسلام دشمن طاقتوں کی اتنی جرآت اسی لئے ہوئی ہے کہ ہم نے نبی پاک ﷺ کی تعلیمات پر عمل چھوڑ دیا ہے ۔اسلام دشمنی میں یہود کتنے سخت ہیں جس کی وجہ سے پہلے گستاخانہ خاکوں اور تصاویر اور اب گستاخانہ وڈیو بنا کر مسلمانوں کو جذباتی اشتعال دلانے میں اپنی کتاب تالمود کے انہی قوانین کی پیروی کی کوشش کر رہے ہیں، جن کا میں نے اوپر تذکرہ بھی کر دیا ہے کہ غیر اسرائیلی کے ساتھ کے سلوک روا رکھنا ہے اور کسطرح تمیز، انہیں یہ سوچنا ہوگا کہ کیا موسیٰ اور داؤد، ودگر انبیاء کی یہ تعلیمات تھی لیکن یہ تو ان کی بھی توہین کرتے ہیں ۔جبکہ یہ جانتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کی شان بلند ہے اس سے ان کی شان میں کمی نہیں واقع ہوتی بلکہ اسطرح کی حرکات سے مسلمانوں کی نبی پاک ﷺ سے محبت میں اور اضافہ ہوتا ہے ۔

عیسوی تصور عدل

موسوی تصور عدل میں ہمیں درگزر کی کوئی گنجائش نہیں ملتی جبکہ عیسوی عدل اس کے بالکل برعکس ہے ۔ایک طرف ہمیں افراط نظر آتا ہے تو دوسری طرف تفریط ۔یہاں سب کچھ عفو ودرگزر کے حوالے کر دیا گیا اور قصاص کی کوئی گنجائش نہیں ۔کسی بدی کا بدلہ بدی سے نہ دو کیونکہ یہ کام تو حیوان بھی کرتے ہیں بدی نتیجہ نیکی کے ساتھ دو جو تم سے عداوت رکھے اس کے لیے دعا مانگو(۲۶)

لوقا میں لکھا ہے کہ آگ آگ سے نہیں بجھائی جاتی بلکہ پانی سے، اس لیے کہتا ہوں کہ بدی پر بدی غالب نہ آئے بلکہ نیکی کے ذریعے سے (۲۷)

عیسائی بھی کلام الٰہی میں تحریف کے مرتکب ہوئے تھے (۲۸)

یہودیوں کی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی صرف بنی اسرائیل کے لیے آئے تھے۔لہٰذا یہ بھی اپنے آپ کو باقی اقوام سے برتر اور خدا کا چہیتا سمجھنے لگے۔(۲۹)

پھر عیسوی تصور عدل میں عفو ودرگزر کی تعلیم تھی جو فطرت انسانی سے بھی متضاد تھی اس لیے دیندار طبقہ نے ترک دنیا اور رہبانیت اپنائی (۳۰)

جس معاشرے میں تعزیرات وقصاص کا قانون سرے سے ہی نہ ہو وہاں امن وامان کیسے برقرار رہ سکتا ہے۔قانون عدل میں اسی کمی نے ان کو بھی خرابیوں میں مبتلا کر دیا تھا اور انہی براہیوں میں یہ آج بھی اپنی انتہا کو پہنچ چکے ہیں اجتماعی عدل کسی بھی معاشرے کے سکون اور امن کی بنیاد ہے۔جو ان کے ہاں سرے سے پایا ہی نہیں جاتا تو اس پر عمل کسطرح کریں؟

عہد جاہلیت میں نظام عدل

عرب عدل کو بہت اہمیت دیتے تھے طلوع اسلام سے قبل مکہ میں ایسے رجحانات پائے جاتے تھے جن کو منظّم حکومت کا پیش خیمہ سمجھنا چاہیے۔شہر میں مختلف قبائل رہتے تھے اور ہر ایک قبیلہ کے سپرد تنازعات کا تصفیہ تھا اور سردار قبیلہ یہ فرض سرانجام دیتا تھا۔حضرت ابوبکر صدیق نے بھی یہ خدمت انجام دی تھی۔مجرم کو قتل کرنے کا حق مقتول کے ورثاء یا سردار قبیلہ کو پہنچتا تھا لیکن جرمانے یا ایک سو اونٹ کے معاوضے پر راضی نامہ بھی ہوسکتا تھا۔حدود کی بہت سخت سزائیں ہوتی تھیں مثلاً چور کے ہاتھ کاٹے جاتے اور زانی کو سنگسار کیا جاتا یا کوڑے لگائے جاتے۔اسلام نے جاہلیت کے بعض رسم ورواج سے فائدہ تو اٹھایا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے صرف ان رسوم سے استفادہ کیا کہ جو قرآنی احکامات کے مطابق تھے اور جنہیں عقل سلیم بھی تسلیم کرتی تھی۔عربوں میں نظام عدل کی درج ذیل شکلیں رائج تھیں:(۳۱)

- ☆ پنچائیت
- ☆ پیچیدہ مقدمات میں کاہنوں سے رجوع کیا جاتا تھا جو مذہبی پیشوا یا علم غیب کے مدعی تھے۔
- ☆ تحکیم،یعنی ثالث یا حکم کا کام ادا کرنے والی بعض شخصیتیں۔مثلاً ایک مشہور حکم عامر بن ظرب العدوانی تھا۔

ان تین طریقوں کے علاوہ ایک اور غیر معمولی طریقہ بھی زمانہ جاہلیت کے دور میں پایا جاتا تھا۔شہر مکہ میں ''حلف الفضول'' کا ایک ادارہ قائم تھا۔یہ ایک اجتماعی حلف تھا۔اس کا مقصد یہ تھا کہ شہری حدود میں جو مظلوم پائے جائیں ان کی مدد کی جائے اور ظالم کو سزا دی جائے۔اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس معاہدے میں شرکت فرمائی۔یہ ادارہ بنوامیہ کے عہد تک قائم رہا۔(۳۲)

مکہ کی شہری ریاست میں بھی نظام عدل موجود تھا اور تین طریقوں کی شکل میں پایا جاتا تھا۔(۳۳)

☆ضلعی کونسل (الاسراہ) ☆مجلس اعلیٰ (دارالندوہ) ☆کثیر المقاصد ادارے

اسلام میں عدل کی اہمیت

قرآنی تصور عدل

قرآن وسنت کی بہت سی نصوص میں عدل کا حکم وارد ہوا ہے۔نیز ان میں اس کی فضیلت کا بیان آیا ہے۔عدل کے متضاد عمل کا نتیجہ ظلم ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان اللـه يأمركم ان تودوا الامانات الىٰ اهلها واذا حكمتم بين الناس ان تحكموا بالعدل،ان الله نعما يعظكم به ان الله كان سميعاً بصيرا.(۳۴)

مسلمانو!اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو،اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو،اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

اورامر یہاں وجوب کیلئے ہے اور مسلم وکافر سب کو شامل ہے،جیسا کہ کلمہ''الناس''سے سب واضح ہے۔اللہ تعالیٰ نے عدل کو ہر ایک کیلئے ہر ایک پر،ہر حال میں واجب کیا ہے۔ارشاد ہوا ہے:

يـايها الذين آمنوا كونوا قوامين لله شهداء بالقسط ولايجرمنكم شنان قوم علىٰ الا تعدلوا،اعدلوا هو اقرب للتقوىٰ.(۳۵)

اے لوگو،جو ایمان لائے ہو،اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔عدل کرو یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

اسلام میں عدل وانصاف پر بہت زور دیا گیا ہے کیونکہ اگر عدل وانصاف نہ ہونے سے انسانی معاشرہ درہم برہم ہوجاتا اور اس کا امن وسکون ختم ہوجاتا ہے جو لازمی طور پر تباہی وبربادی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔بنی نوع انسان کی فلاح وبہبود کیلئے امن اولین شرط ہے اور امن کا حصول عدل اجتماعی کے بغیر ناممکن ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے بندوں کو عدل کی خاص طور پر بار بار تاکید کی ہے۔مثلاً:

ان الله يأمر بالعدل.(۳٦)

بیشک اللہ تعالیٰ عدل کا حکم فرماتا ہے:

واذا حكمتم بين الناس ان تحكموا بالعدل.(۳۷)

اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔

اوپر کی آیات میں تو عدل اجتماعی کا حکم دیا لیکن سورۃ نساء میں اس سے بھی ایک قدم آگے یہ فرمایا کہ اپنے نفس کے مقابلہ میں بھی عدل وانصاف سے کام لو اور بلاشبہ یہ بہت ہی کٹھن منزل ہے۔فرمایا:

يايها الذين آمنوا كونوا قوامين بالقسط شهداء لله ولو علىٰ انفسكم او الوالدين

الاقربین.(۳۸)

اے ایمان والو! انصاف کے علمبردار اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے رہو خواہ تمہیں گواہی خود اپنے خلاف اور اپنے والدین اور اقربا کے خلاف دینی پڑے۔

علامہ سید سلیمان ندوی اس آیت کے سلسلہ میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

''عدل وانصاف کی راہ میں ان دونوں سے بھی زیادہ ایک کٹھن منزل ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے نفس کے مقابلہ میں بھی عدل وانصاف کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے''(۳۹)

ان آیتوں میں عدل کے خلاف ایک ایک ریشہ جڑ سے نکال کر پھینک دیا گیا ہے۔کہا گیا کہ معاملات میں عدل وانصاف کی حمایت تمہارا مقصد ہو۔جو کچھ کہو یا کرو خدا لگتی کہو اور خدا واسطے کہو۔عدل وانصاف کے فیصلہ اور گواہی میں نہ تو اپنے نفس کا خیال بیچ میں آئے۔نہ عزیزوں اور قرابت داروں کا۔نہ دولتمندوں کی طرفداری کا،نہ محتاج پر رحم کا۔پھر اس فیصلہ اور گواہی میں کوئی بات لگی لپٹی نہ رکھی جائے،نہ حق کا کوئی پہلو جان بوجھ کر بچالیا جائے۔مطلب یہ ہوا کہ فیصلہ اور گواہی میں دولتمند کی خاطر نہ کرو اور نہ محتاج پر ترس کھاؤ اور قرابت کو بھی نہ دیکھو۔جو حق ہو وہ کر دیا کہو۔پھر سچ کہنے میں کوئی توڑ مروڑ نہ کرو کہ سننے والا شبہہ میں پڑ جائے یا پوری بات نہ کہو۔کچھ چھپالو۔تو یہ سب باتیں عدل اور انصاف کے خلاف ہیں۔کسی غریب کی غربت پر ترس کھا کر فیصلہ میں ردوبدل کر دینا بظاہر نیکی کا کام دکھائی دیتا ہے مگر درحقیقت یہ ایک مقدس فریب ہے۔فیصلہ میں ترس کھا کر بے ایمانی کرنا بھی ویسا ہی جیسا کیس کی خاطر رکھ کر یا کسی کی بزرگی کو مان کر یا کسی کی بڑائی سے مرعوب ہو کے بے ایمانی کرنا ہے۔غرض یہ ہے کہ عدل وانصاف کی راہ میں کوئی اچھا یا برا جذبہ حاکم کیلئے ٹھوکر کا پتھر نہ بنے۔

اسی طرح اس آیت کا اشارہ ادھر بھی ہوا کہ جو گواہ کسی فریق کو نفع پہنچانے کی غرض سے طرف دارانہ گاہی دیتا ہے۔وہ غلطی میں مبتلا ہے۔اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی اس کا نگران نہیں ہوسکتا۔اس لیے نہ گواہوں کو اس لیے طرفداری کرنی چاہیے اور نہ خود کسی فریق کو گواہ کی طرف داری کے ذریعہ سے اپنی منفعت کا خیال دل میں لانا چاہیے بلکہ دونوں کو اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر دینا چاہیے کہ وہی ان کا سب سے بہتر اور سب سے بڑھ کر ولی ہے۔

لوگ اجتماعی عدل وانصاف کے فیصلہ یا گواہی میں اسی لیے غلط بیانی کرتے ہیں کہ جس فریق کی طرفداری مقصود ہے۔اس کو فائدہ پہنچ جائے۔تو ارشاد ہوا کہ اللہ اپنے امیر اور غریب دونوں بندوں کے حق میں تم سے زیادہ خیر خواہ ہے۔تمہاری کم بین نظر تو آس پاس تک جا کر رہ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب کچھ ہے۔وہ سب کچھ دیکھ کر اور سب کچھ جان کر اپنے بندوں کے ساتھ وہ کرتا ہے جس میں ان کی بھلائی ہے،غور کیجیے کہ ان لفظوں میں عدل وانصاف کا فلسفہ کس خوبی سے ادا کیا گیا ہے۔

عدل وانصاف کی اہمیت کا اس سے زیادہ ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے مطابق (جس کا مطلب ومفہوم یہ ہے کہ مسلمان حاکم اگر ظالم ہوتو اس کی حکومت تباہ ہوجاتی ہے اور اگر کافر حاکم انصاف پسند ہوتو اس کی حکومت باقی رہتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اچھے اور سمجھدار مسلمان حکمرانوں نے ہمیشہ عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرنے اور ظلم وناانصافی سے حتیٰ المقدور دور رہنے کی کوشش کی ہے۔عدل وانصاف کے حامل مسلمان حکمران کیلئے جناب رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

قیامت کے دن جب کہ خدا کے سایہ کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔سات شخصوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے سایہ مین لے گا۔جن میں سے ایک شخص امام عادل (منصف حاکم) ہوگا۔(۴۰)

علامہ جلال الدین دوانی اپنی مشہور ومعروف تصنیف ''اخلاق جلالی'' میں لکھتے ہیں ''حضرت رسالت پناہ علیہ صلوات اللہ وسلامہ فرمودہ کہ نزدیک تریم مردمان بخدائے تعالیٰ از روئے منزلت درروز قیامت بادشاہ عادل است یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

''قیامت کے دن قدرومنزلت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ نزدیک شخص بادشاہ عادل ہوگا''

اس سے آگے علامہ صاحب کہتے ہیں: دور حدیث مصطفوی ست عدل ساعۃ بخیر من عبادۃ سبعین سنۃ یعنی عدل یک ساعت بہتر از عبادت ہفتاد سال ست چہ اثر عدل یک ساعت بہمہ عبا عباد و در رہمہ بلادمی رسد ومتہائے متماوی می ماند، (یعنی حدیث مصطفوی میں ہے کہ ایک ساعت یا ایک گھڑی ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے کیونکہ (بقول علامہ) ایک ساعت کا عدل تمام بندوں اور تمام شہروں تک پہنچتا ہے اور مدت دراز تک باقی رہتا ہے۔(۴۱)

اسلامی حکومت جب ملوکیت میں بدل گئی اور حکمرانوں نے اپنی عیش پرستی کے لیے غریبوں کا استحصال کرنا شروع کیا تو معاشرے میں جرائم میں بھی اضافہ ہونے لگا۔حکمرانوں کے اس طرز عمل کی وجہ سے ان کے کوئی مخالف بھی پیدا ہوگئے۔ ان ظالموں نے معاشرے سے جرائم کے خاتمے کی بجائے اپنے مخالفوں کو ختم کرنے کیلئے ان پر شرعی حدود کا نفاذ شروع کردیا۔اس صورت حال نے عظیم فقہاء کو بہت پریشان کیا چنانچہ انہوں نے چوری کی شرعی حد کی اس طرح تشریح کی کہ حکمرانوں کے لیے یہ ممکن نہ رہا کہ وہ اسے اپنے ذاتی مقاصد کیلئے استعمال کرسکیں۔اس بارے میں امام شافعی نے یہ فتویٰ دیا کہ معاشرہ چونکہ اسلام کے عدل اجتماعی کی برکتوں سے محروم ہے اس لیے کسی چور کے ہاتھ نہیں کاٹے جاسکتے۔ہاں اسے اس جرم سے باز رکھنے کے لیے قید میں ڈالا جاسکتا ہے۔یہاں تک کہ وہ اس جرم کو دوبارہ نہ کرے بعد کے مسلمان حکمرانوں نے چوروں کے ہاتھ کاٹنے کی بجائے، امام شافعی کے اس فتویٰ کو اختیار کرلیا(۴۲)

عہد رسالت میں عدل

مسلمانوں کا نظام عدلیہ اقوام عالم کے لیے ازمنۃ وسطۃ میں صدیوں تک مستقل راہ بنارہا(اور دوسری متمدن قوموں

کے نظام ہائے عدل گستری پر نمایاں فوقیت کا حامل رہا) برصغیر پاک و ہند جس میں مسلمانوں نے ۸۰۰ سال تک حکومت کی، سلاطین دہلی کا زمانہ اسلامی قوانین کی ترویج میں نہایت اہم زمانہ ہے۔اس عہد کی یادگار تالیفات کی ضیاء پاشیوں سے آج کا معاشرہ بھی منور ہو رہا ہے۔یہ اسلامی معاشرے کا طرہ امتیاز ہے جس کا اثر آج تک قائم ہے۔عدل کو عربی میں قضاء بھی کہا جاتا ہے۔اگر چہ ہر قوم اور تہذیب میں عدل وانصاف کا کچھ نہ کچھ تصور پایا جاتا ہے لیکن یہ تصور ہر زمانے میں ہر جگہ ایک سا نہیں رہتا۔ہر قوم ہر زمانے کے عدل کو ایک خاص تخیل اور زاویہ کی نگاہ سے دیکھا اور ہر زمانے میں سزا کا تصور و معیار جداگانہ رہا۔

اسلامی عدل کا سب سے بڑا ماخذ رسالت مآب ﷺ کا مبارک عہد ہے۔جس میں زمانہ جاہلیت کے تمام رسوم ورواج اور ادارے معطل قرار دیے گئے۔یوں تو مکہ میں ہی ایک اسلامی سماج بن گیا تھا لیکن مدینہ ہجرت کے بعد ایک اسلامی ریاست کی بنیاد پڑی، جس دستور پر مدینہ کی ریاست کی بنیاد پڑی وہ دنیا کا بہترین دستور شمار کیا جاتا ہے۔یہ ایک حیرت انگیز دستور ہے جس میں قبائل سے عدل کا حق چھین لیا گیا۔اور ایک مرکزی ادارہ قائم ہو گیا۔نبی کریم ﷺ کی ذات مبارک سب سے افضل اور سب کے لیے قرار پائی۔کیونکہ آپ کی ذات عدل وانصاف کا آخری اور بہترین مرجع تھی۔اس طرح مومنین کو اللہ تعالی فرماتا ہے:

فلاوربک لایومنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجد فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیماً.(۴۳)

اے رسول! تمہارے رب کی قسم لوگ اس وقت تک مومن کہلانے کے مستحق نہ ہوں گے جب تک کہ وہ اپنے باہمی تنازعات میں تم کو حکم نہ بنائیں اور پھر تم جو فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی بوجھ یا بھار محسوس نہ کرو اور تمہارے ہر حکم اور فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت سے پہلے ہی بیت عقبہ کی رو سے ہر قبیلے میں نقیب مقرر کیے گئے۔جو اپنے قبیلے کی نمائندگی کرتے تھے یا منظم کرتے تھے۔اس کے علاوہ ایک عریف ''دس آدمیوں پر ایک عہدہ دار) مقرر کیا۔جب نقیب کے فیصلے سے ناراضگی ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مرافع ہوتا تھا۔مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی مقرر فرمائے جو فیصلہ کرتے تھے۔(۴۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو نبی کا گورنر مقرر کیا۔اور یہ عمال فیصلہ قرآن وحدیث کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔اور سب راست قانون سازی کے ذریعے سے مقرر ہونے والے قانون کے پابند تھے۔بن کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں خطبہ حجۃ الوداع بھی عظیم الشان منشور اساسی ہے جو اسلامی عدل کے لیے ایک بہت بڑا پروانہ اور اعلان حقوق انسانی ہے جس میں تمام یا ہر انسان کے بنیادی حقوق تک بیان کیے گئے ہیں۔خطبہ حجۃ الوداع کی

مثال دنیا کے کسی تمدن میں موجود ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں قضاۃ، احتساب، مصالحت، صدقات، پولیس، جلاد کا محکمہ قائم ہو چکا تھا۔(۴۵)

عہد نبوی میں عدل اجتماعی کی چند مثالیں

عدل نبوی ﷺ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب بھی کسی کو حاکم بنا کر بھیجتے یا کسی سرکاری امور کی بجا آوری کیلئے روانہ فرماتے یا زکوۃ کی وصولیابی کیلئے تعینات کرتے تو عدل کا دامن تھامے رکھنے کی ہدایات صادر فرماتے۔ اس آسمان نے وہ دن بھی دیکھا جب خیبر کے یہود اس بات کے منتظر تھے کہ اب انہیں غلام بنا کر اسلامی افواج میں تقسیم کردیا جائے گا، ان کی جائدادیں اور تیار فصلیں اجاڑ دی جائیں گی اور ان کی خواتین کو بھی جانوروں کی طرح ہانک کر لے جایا جائے گا کیونکہ اس وقت کا دستور یہی تھا لیکن وقت کی رفتار تھم گئی تاریخ انسانی نے مشاہدہ کیا کہ صفحئ ہستی پر پہلی مرتبہ فاتح ومفتوح کے درمیان مذاکرات ہوئے اور فصلوں کی ایک نسبت کی تقسیم پر معاہدہ طے پا گیا اور پھر اگلی فصل پر جب ایک قاصد نبوی ﷺ خیبر پہنچا اور فصلوں کو نصف نصف تقسیم کیا گیا تو اس قاصد نے یہود سے کہا کہ ان میں سے جو حصہ چاہو لے لو اور جو چاہے تم چھوڑ دو وہ ہم لے جائیں گے، اس پر خیبر کے یہود بول اٹھے کہ خدا کی قسم: اسی عدل وانصاف کا حکم ہمیں تورات میں دیا گیا تھا اور اسی عادل کے حامل کی پیشین گوئی تورات میں کی گئی تھی کہ وہ آخری نبی ﷺ ہوں گے۔ ایک مرتبہ ایک یہودی اور انصاری پیغمبروں میں افضلیت پر بحث کررہے تھے۔ دوران بحث یہودی نے موسیٰ علیہ السلام کو اس انداز سے پیش کیا جیسے وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہوں۔ انصاری یہ برداشت نہ کرسکے اور اسے ایک تھپڑ رسید کردیا۔ یہودی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدالت میں شکایت پیش کی، فریقین کو سن کر حضور کریم صلی اللہ وآلہ وسلم نے مقدمے کا فیصلہ فرمایا اور نصیحت کے طور پر کہا ''دوسرے پیغمبروں پر میری فوقیت میں مبالغہ نہ کرو۔ روز قیامت سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ میں جاگنے والوں میں سب سے پہلا ہوں گا اور دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے تخت کے برابر کھڑے ہیں۔(۴۶)

عبداللہ بن سہیل کو خیبر کے یہودیوں نے شہید کردیا۔ مقتول کے وارث نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا، لیکن اس واقعہ کی کوئی عینی شاہد پیش نہ کرسکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سو اونٹ خون بہا میں دلوادیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص کسی آدمی کو پکڑ لایا، عرض کیا کہ اس آدمی نے میرے بھائی کو قتل کردیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اب اس کو بھی اسی طرح سے مار ڈالو۔ قاتل نے اس شخص سے کہا کہ خدا سے ڈرو اور مجھے معاف کردو تمہارے لیے یہی بہتر ہے اور تمہارے بھائی کے لیے بھی یہی بہتر ہے کہ معاملہ یوم حشر پر چھوڑ دے۔ اس پر اس شخص نے قاتل کو چھوڑ دیا، بعد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ قصاص کے بدلے

میں یہی بہتر تھا کہ مقتول حشر کے دن اللہ سے فریاد کرے کہ یا اللہ اس شخص نے میری جان کیوں لی (۴۷)

ایک شخص سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجوریں قرض کے طور پر لیں۔ چند روز کے بعد وہ تقاضے کیلئے آیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انصاری کو حکم دیا کہ اس کا قرضہ ادا کردو۔انصاری نے کھجوریں دیں لیکن وہ کم تر درجہ کی تھیں۔انصاری نے کہا: تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھجوریں لینے سے انکار کرتے ہو؟ بولا ہاں۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی عدل نہ کریں گے تو اور کون کرے گا۔آپ صلی اللہ علیہ وآل وسلم کی آنکھوں میں پانی بھر آیا اور فرمایا: ''یہ بالکل سچ ہے'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہتر کھجوریں دلوائیں۔ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ مستعار لیا۔اتفاقاً وہ پیالا گم ہوگیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا تاوان ادا کردیا۔اسی طرح ایک دفعہ بنو مخزوم کی ایک بلند مرتبہ عورت نے چوری کی۔قریش کی عزت کے لحاظ سے لوگ چاہتے تھے کہ ملزمہ سزا سے بچ جائے اور معاملہ دب جائے۔لوگوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زید کو سفارش کے لیے تیار کیا۔انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی کی درخواست کی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غضب آلود ہوکر فرمایا کہ بنی اسرائیل اسی کی بدولت تباہ ہوئے۔وہ غریبوں کو تو سزا دیتے تھے اور امیروں کو بخش دیتے تھے۔خدا کی قسم! اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔(۴۸)

خلافت راشدہ میں عدل

خلافت راشدہ کے زمانے میں مملکت کا پورا نظم ونسق قرآن وسنت نبوی کا آئینہ دار تھا۔قرآن وحدیث ہی مملکت کا دستور تھا۔عہد صدیقی میں تمام اکابر صحابہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہر مشکل مسئلہ میں رجوع فرماتے تھے۔قرآن شریف کی جمع اور ترتیب آپ ہی کا کام تھا۔خلافت کیلئے باتفاق آراء آپ کے ہاتھ پر جو بیت کی گئی وہ بیت خاصہ کہلاتی ہے(۴۹)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے جو مقدمات آتے تھے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بعض اہم قانونی مسائل طے فرمائے بہت سے مسئلوں کی وضاحت بھی کی اس کی ایک مثال حق حصانت کے سلسلے میں ملتی ہے۔جس میں خود حضرت عمرؓ فریق تھے۔آپ نے فیصلہ فرمایا کہ اے عمر اس بچے کیلئے اس کی ماں کا تھوک تمہارے دیے ہوئے شہد سے بہتر ہے۔اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قانون وراثت میں بھی ایک اہم مثال قائم فرمائی۔آپ نے یہ فرمایا کہ دادا حقیقی بہنوں اور بھائیوں کو وراثت سے محروم کردے گا۔خلیفہ اول کے اس خیال سے امام ابوحنیفہ متفق ہیں۔چند حضرات اس خیال کے مخالف ہیں ان میں امام ابو یوسف،امام محمد امام مالک،امام شافعی،حضرت علی رضی اللہ عنہ،اور امام زید شامل ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک جمہوری حکومت کا نقشہ مرتب کیا اور ایسے طرز حکومت کی بناء ڈالی جو اسلام کی حقیقی روح تھا۔آپ کی مجلس شوریٰ میں حضرت عثمانؓ،حضرت علی رضی اللہ عنہ،حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ،معاذ بن

جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ جیسی شخصیات تھیں ۔کوئی ملکی مسئلہ کثرت رائے کے بغیر طے نہیں پاتا تھا۔(۵۰)

حضرت عمر فاروقؓ نے عہد رسالت کو نمونہ بنایا اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری پوری پیروی کی اور بہت سی مثالیں قائم کیں ۔عہد فاروقی میں عدالت کا ایک جداگانہ نظام قائم ہوگیا تھا۔حضرت عمرؓ نے ہر ضلع میں عدالتیں قائم کیں اور قاضی مقرر کیے تھے ۔حضرت عمرؓ نے کہا تھا کہ اگر کوئی حاکم ، عامل یا قاضی کے تقرر کے وقت اقربا پروری، وسعت نوازی اور جانب داری سے کام لے تو عامل یا قاضی کے غلط فیصلوں کی وجہ سے حاکم اور قاضی کے سر جو گناہ ہوگا اس میں وہ امیر بھی برابر کا شریک ہوگا جس نے اس کا تقرر کیا تھا اسی طرح کسی شخص کو امارت یا قضاء کا عہدہ سپرد کرتے وقت اگر امیر کے پیش نظر صرف مسلمانوں کی بھلائی ہو تو صحیح فیصلوں کی وجہ سے حاکم اور قاضی کو جو اجر ملے گا اس میں امیر بھی برابر کا شریک ہوگا۔ اگر حاکم یا قاضی بد دیانتی سے کوئی فیصلہ کرتے تو اس کے گناہ میں امیر شریک نہ ہوگا۔اسی طرح قاضی شریح کو بھی تقرر کے وقت حضرت عمرؓ نے ایک ہدایت نامہ دیا اور تاکید کی تھی کہ کتاب اللہ اور سنت میں کوئی چیز نہ ملے تو حق پرست اماموں کے اجتہاد کے مطابق فیصلہ کریں۔اگر یہ اجتہاد کام نہ دے تو اپنی رائے کام میں لائیں اور اہل علم وصلاح سے مشورہ کریں۔

اسی طرح ایک اور فرمان میں لکھا کہ مقدمات میں پہلے قرآن کے مطابق فیصلہ کریں اور اگر اس سے کوئی مسئلہ حل نہ ہو سکے تو حدیث سے اور اگر اس حدیث سے بھی حل نہ ہو سکے تو اجماع کے ذریعے طے کریں اور اگر اس سے بھی حل نہ ہو سکے تو اجتہاد کریں۔نیز وہ قاضیوں کو مشکل اور اہم مسائل کے متعلق فیصلے لکھ کے بھیجتے تھے(۵۱)

سیدنا عمر فاروق اعظمؓ نے دنیا میں عدل وانصاف کی وہ مثالیں قائم کیں جن کی نظیر ان کے بعد دنیا والوں کو نہیں مل سکتی اور سیدنا علیؓ وہ قول بالکل صحیح ثابت ہوا جس میں حضرت علیؓ نے سیدنا عمر سے فرمایا تھا ''آپؓ نے اپنے بعد کے خلفاء کو مشقت میں ڈال دیا ہے''(۵۲)

سیدنا عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں نہ صرف حکومت کا ڈھانچہ بہتر بنایا بلکہ رعایا کے ساتھ بھی ایسی ہی عدل وانصاف کا سلوک کیا کہ وہ آپ پر اپنی جان چھڑکنے لگے۔آپ کی رعایا میں مسلمان اور غیر مسلم سبھی لوگ تھے۔عموماً سربراہان مملکت دوسری اقوام سے اچھا سلوک نہیں کرتے لیکن آپ نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ وہ ان کی گرویدہ ہوگئیں آپ کے عہد کا سب سے نمایاں وصف شاہ وگدا، ادنیٰ واعلیٰ، خویش وبیگانہ، شریف ورزیل، مسلم وغیر مسلم قانون کی نگاہ میں سب برابر تھے۔یہ آپ کی تعلیمات کا ہی نتیجہ تھا کہ خلفاء راشدین نے اپنے ادوار میں عدل وانصاف کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔حضرت عمر فاروقؓ نے رشوت اور ناجائز وسائل آمدنی کے سد باب کیلئے بھی تدابیر اختیار کیں۔مثلاً آپ قاضیوں کے بیشمار مراعات دیتے تھے۔چنانچہ سلیمان ربیہ کو ۵۵۰ درہم ماہوار ملتے تھے۔قاضی کو تجارت کی ممانعت تھی۔نیز غیر مسلموں کو اجازت تھی کہ خود اپنے مقدمات کا فیصلہ کرلیں عہد فاروقی میں نگرانی اور مرافع

کا نظام بھی بہت ترقی پا گیا تھا۔حضرت عمرؓ تمام لوگوں سے عہدہ داروں کے دعوے سنتے اور ان کے سخت باز پرس کرتے۔مساجد میں عدالتی اجلاس بھی ہوتے تھے۔عدالت کے دروازے پر کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی تھی۔حضرت عمر فاروقؓ نے پہلی مرتبہ قید خانے بنوائے اور اس مقصد کیلئے صفوان بن امیہ کا مکان ۴۰۰۰ درہم میں خریدا۔فدک کے مسئلہ میں حضرت عمر نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی پیروی کی تھی۔حضرت عمر نے اپنی ایک مملوکہ زمین جو خیبر میں تھی وقت کر دی تھی۔اور یہ پہلا وقف تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں عمل میں آیا تھا۔لیکن شبلی نعمانی کے مطابق پہلا وقف اس وقت ہوا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی تھی۔

عہد عثمانیؓ میں حضرت عمرؓ کے دور میں کیے گئے اضافے ہی بحال رہے۔اور ان کے عہد میں ایک عمارت دار القضاء کے نام سے بنائی گئی۔

عہد مرتضوی میں چونکہ حضرت علیؓ خود بہت بڑے فقیہ تھے اور انہیں قانون وراثت عول اور رد کے اصولوں کے بانی سمجھے جاتے تھے۔قانون شہادت کے سلسلے میں حضرت علیؓ نے ایک نئی اصلاح کی۔پیش ہونے والے گواہوں کا تذکیہ کہ زیادہ معتبر ہیں یا نہیں؟ جھوٹی گواہی کی شہادت لیتے وقت دوسرے گواہوں کو عدالت سے ہٹا دیتے تھے۔اور صداقت کیلئے مخفی تحقیقات کرتے تھے۔

عدلیہ کی جو شان عہد نبوی اور تینوں خلفاء کے دور میں تھی وہ عہد مرتضوی میں بھی قائم رہی۔آپ بذات خود عدالت میں قاضی کے روبرو بہ حیثیت فریق مقدمہ حاضر ہوئے۔چنانچہ آپ قاضی شریح کے پاس ایک مقدمہ لے گئے اور اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام کو بطور گواہ پیش کیا۔قاضی شریح نے باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔اس انصاف سے حضرت علیؓ اتنے خوش ہوئے کہ قاضی شریح کی تنخواہ ۵۰۰ درہم کر دی۔آپ کی عدالت میں وراثت کا ایک مقدمہ پیش ہوا۔ایک ایسے لڑکے کی وراثت بحث طلب تھی جس کے دو سر دو سینے تھے لیکن نچلا دھڑ ایک ہی تھا۔سوال یہ تھا کہ اس کو ایک حصہ ملے گا یا دو۔حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اسے سو جانے دو اور پھر دیکھو کہ سانس دونوں سروں سے برابر آتی ہے یا نہیں۔اگر دونوں سروں سے برابر آتی ہے تو دو حصے ملیں گے۔اور اگر ایک ہی سر سے سانس آتی ہے تو ایک ہی حصہ۔(۵۳)

عدل کی فراہمی عدلیہ کی بنیادی ذمہ داری ہے اور یہ قاضی اپنے اس عظیم کام کے ذریعے معاشرے کو امن فراہم کرتا ہے اسی کی وجہ سے معاشرے کا ہر فرد مسلم، غیر مسلم اپنی جان و مال کی عزت کے متعلق مطمئن ہوتا ہے اور اسی کے ذریعے حقوق کی ادائیگی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو لوگوں کی اصلاح وتبلیغ کے ساتھ لوگوں کے درمیان عدل وانصاف سے فیصلہ کرنے کا کام بھی سونپا ہے۔(۵۴)

قرآن وسنت کے احکامات کی بناء پر صحابہ کرام نے قضاۃ کی اہمیت اور معاشرے کے لیے اس کی عظیم ضرورت کا ادراک کیا۔حضرت عمر نے جب عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا تو اس کے ساتھ عدالتی طریقہ کار سے متعلق ہدایات بھی جاری فرمائیں یہ ہدایت ابوموسیٰ اشعری گورنر کوفہ کے نام خط میں تھیں اس میں عدل وانصاف کی اہمیت اور عدلیہ کی آزادی کے متعلق ہے۔(۵۵)

سیاست الملوک میں عدل کی بڑی اہمیت ہے۔موسیٰ بن یوسٰی نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''عدل کسی بھی ریاست کا روشن چراغ ہے۔عدل کے چراغ کو ظلم کی آندھی سے نہ بجھاؤ۔ظلم کی آندھی سب کچھ تباہ کر دیتی ہے۔جبکہ عدل کی ہوا ثمر آور ہوتی ہے احکام میں عدل حکومت کی بنیادی صفات میں سے ہے''(۵۶)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کو حمص کے عامل نے لکھا:

حمص شہر شکست وریخت کا شکار ہے اور مرمت درکار ہے۔حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسے لکھا اس کو عدل سے مضبوط کرو اور اس کی شاہراہوں کو ظلم سے پاک کرو۔(۵۷)

اجتماعی عدل کی ایک قسم معاشی عدل بھی ہے۔

اجتماعی عدل کی ایک قسم معاشی عدل بھی ہے اور اسی معاشی عدل کے ذریعے ہم معاشرے سے دولت کی طبقاتی تقسیم کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔مغربی معاشی نظاموں میں معاشرے پر ایسے بدنما اثرات مرتب کیے ہیں جن کی وجہ سے معاشرے سے معاشی عدل کا خاتمہ نظر آتا ہے۔اسلام نے ایک منظم معاشی نظام کی تصویر پیش کی ہے اسلام نے تقسیم دولت کا ایک پورا نظام وضع کیا ہے جس کی رو سے امیر لوگوں کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مال سے غربا کا حصہ نکالیں۔اسلام نے تقسیم دولت کا جو نظام دیا ہے اس کی وجہ:

☆ مساویانہ تقسیم ہے۔

☆ عاملین کو دیانتداری سے محاصل کی وصولی کا حکم دیا ہے اور لوگوں میں عدل کے ساتھ دیانت داری کرنے کی تلقین ہے۔

☆ صرف دولت میں اعتدال میں میانہ روی(۵۸)

غیر مسلموں کے ساتھ بھی عدل کا حکم

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں''اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار سے عدل کرنے کا حکم دیا ہے اگر چہ وہ ان کے ساتھ شدید بغض رکھتے ہوں۔مگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی حکم دیا ہے۔دین میں عدل کو بڑی اہمیت حاصل ہے،جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہم پر فرض کیا ہے حتیٰ کہ ہمارے ان دشمنوں کے بارے میں جو ہمارے خلاف

جرائم کا ارتکاب کرتے ہوں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذ قلتم فاعدلوا ولو كان ذا قربىٰ و بعهد الله اوفوا ذلكم وصكم به لعلكم تذكرون.(۵۹)

اور جب تم بات کہوتو انصاف کی کہو، خواہ معاملہ رشتہ داری کا ہی کیوں نہ ہو، اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ ان باتوں کی اللہ نے تمہیں ہدایت کی ہے، شاید کہ تم نصیحت قبول کرو۔

ابن کثیر علیہ الرحمہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ قریب و بعید کے ساتھ قول و فعل میں عدل کا حکم دیتا ہے۔ وہ ہر ایک کیلئے عدل کی ہدایت فرماتا ہے۔ ہر وقت، ہر حال میں۔(۶۰)

اور یہ بھی سنت میں وارد ہے کہ رعیت کے درمیان عدل قائم نہ کرنا بہت بڑے خطرے کا باعث ہے۔ چنانچہ معقل بن یسار المزنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما من عبدٍ يسترعيه الله رعية يموت يوم يموت وهو عاش لرعيته الا حرم الله عليه الجنة.(۵۷)(۶۱)

کوئی ایسا بندہ نہیں جس کو اللہ تعالیٰ اس کی رعیت کا ذمہ دار بنائے اور اس کو موت اس حال میں آئے کہ وہ اپنی رعیت سے دھوکا کرنے والا تھا، مگر یہ کہ اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا: دنیا میں لوگوں کے معاملات جن میں کئی قسم کے گناہ شامل ہو سکتے ہیں، عدل کے ساتھ ہی درست ہو سکتے ہیں۔ اور اکثر حقوق کی درستی اس طرح ہوتی ہے کہ ظلم اس میں شامل ہوتا ہے اگر چہ گناہ میں وہ مشترک نہ بھی ہوں۔ اور اس بارے میں کہا گیا ہے: اللہ تعالیٰ عدل کرنے والی ریاست کو قائم رکھتا ہے اگر چہ وہ کافرہ ہو اور اس ریاست کو قائم نہیں رکھتا جس میں عدل نہ ہو اگر چہ وہ مسلمانوں کی ہو۔ اور کہا جاتا ہے کہ دنیا عدل اور کفر کے ساتھ تو قائم رہے گی لیکن ظلم اور اسلام کے ساتھ نہیں رہے گی۔ عدل ہر چیز کا نظام ہے جب دنیا کے معاملے کو عدل پر قائم کیا جائے گا تو وہ قائم ہوگی خواہ عدل کرنے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو اور جب اسے عدل سے قائم نہیں کیا جائے گا تو وہ قائم نہیں ہوگی۔ اگر چہ اس کا صاحب ایمان والا ہو، آخرت میں اسے کوئی اجر نہ ملے گا۔(۶۲)

ابن قیم نے کہا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول بھیجے اور اپنی کتابیں نازل فرمائیں تاکہ لوگ عدل پر قائم ہوں اور وہ عدل ہی ہے جس پر آسمان و زمین قائم ہیں۔ پس جب عدل کی علامات ظاہر ہو گئیں اور اس کا چہرہ منور ہوا خواہ کسی بھی طریقے سے ہوا، پس وہی تو اللہ کی شریعت اور اس کا دین ہے۔

ہر سلیم العقل انسان اندازہ کر سکتا ہے کہ اسلام کن خصوصیات والے انسان پیدا کرنا چاہتا ہے۔ کسی فرد یا جماعت سے کتنی ہی عمیق یا کتنی ہی شدید دشمنی ہو۔ جب گواہی دینے کا مرحلہ سامنے آئے گا، مسلمان کی زبان سے ایک حرف بھی ایسا نہ

نکلے گا، جو حق وانصاف کے عین مطابق نہ ہو۔

یاد ہوگا کہ فتح خیبر کے بعد وہاں کی زمین نصف پیداوار کی بناء پر یہودیوں کے حوالے کر دی گئی تھی اور عبداللہ بن رواحہ کو بٹائی کے لیے بھیجا جاتا تھا۔ وہ پیداوار کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دو انبار لگوا دیتے اور یہودیوں سے کہتے کہ جو حصہ چاہو اٹھالو، یہودی کہتے: زمین اور آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں۔ مسلمانوں کا وظیفہ حیات روئے زمین پر یہی تھا اور ایسے یہ اصول حیات عالمی امن کے ضامن ہو سکتے ہیں۔ وہ افراد یا گروہ اس وظیفے کی بجا آوری سے کیونکر عہدہ برآ ہو سکتے ہیں، جن کی زبانوں سے الفاظ نکلتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے، پھول جھڑ رہے ہیں لیکن ان کے دل، ان کی طبیعتیں اور ان کی ذہنیتیں نہایت پست اور امن بر انداز اغراض سے یک قلم آلودہ ہیں۔ یہ وہی شیوہ ہے جس پر مدینہ منورہ کے یہودی عربوں کے تعلق میں کاربند تھے اور کہا کرتے تھے:

لیس علینا فی الامیین سبیل ویقولون علیٰ اللہ الکذب وھم یعلمون.(٦٣)

امیوں (یعنی عربوں) کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے ہم پر کچھ مؤاخذہ نہیں (یعنی ان کے ساتھ دیانت داری والا برتنا ضروری نہیں) اور یہ کہہ کر وہ اللہ پر تہمت باندھتے ہیں۔ حالانکہ اچھی طرح جانتے ہیں حقیقت حال کیا ہے؟

یعنی جس گروہ سے ذاتی اغراض وابستہ ہیں، ان کے متعلق ایک نظام اخلاق اور ایک ضابطہ نیک و بد ہے لیکن جن سے کوئی خاص علاقہ نہیں، ان کے باب میں بالکل دوسری روش اور دوسرے اصول پیش کیے جاتے ہیں۔(٦٤)

حکمرانوں اور بالادست قوتوں کے اعمال پر اسلامی نظام، احتساب کے کڑے نظام کے ذریعے خاص نظر رکھتا ہے۔ پاکستان کے تناظر میں جب ہم عدل اجتماعی کا مشاہدہ کریں تو المیہ یہ ہے قائداعظم کی وفات کے بعد جس کلمہ لا الہ الا اللہ اور نظریہ کی بنیاد پر اس کا وجود قیام عمل میں آیا اور جن کو سیاسی سماجی معاشی نظام کی تشکیل میں راہنما بننا تھا اسلام اور جمہوری روایات سے غفلت برتی گئی اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات پر عمل نہیں ہوا۔ اور یہ حقیقت فراموش کر دی گئی کہ عدل اجتماعی ہی وہ بنیاد فراہم کرتا ہے جو ملک قوم اور دنیا کی ترقی خوشحالی سکون وامن کا ضامن ہے جس سے بالخصوص مسلمان اور بالعموم معاشرے کے تمام افراد کا مستقبل روشن ہوسکتا ہے۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ اسلام کے عدل اجتماعی کے اصول کو اپنا کر معاشرے کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے میں ہم سب مل کر مددومعاون ثابت ہوں اور اپنے طور پر انفرادی عدل بھی قائم کریں کیونکہ انفردی عدل بھی عدل اجتماعی کیلئے مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔

عدل اجتماعی ہی کے ذریعے سے تخلیقی عمل کو بہتر کر سکتے ہیں ذہانت وقابلیت کی نشو کر سکتے ہیں۔ تخلیقی قوتوں اور پیداواری صلاحیتوں کو فروغ دے سکتے ہیں۔ تخریبی عناصر کے خلاف جدوجہد کر سکتے ہیں اور ان کے اسباب کا پتہ چلا کر ان وجوہات وعناصر سے معاشرے، ملک وقوم کو نجات دلا سکتے ہیں۔ اسلام میں عدل اجتماعی کے میدان متعین نہیں ہیں۔ بلکہ وہ زندگی کے سارے پہلوؤں میں واجب ہے۔ جن میں سے سیاسی، معاشرتی، اقتصادی اور اجتماعی پہلو بھی ہیں۔ نیز

عدلیہ،فوج اور تعلیم یعنی ہرطرح کے افراد کی سطح پراس کی تطبیق واجب ہے۔اجتماعی عدل کسی بھی معاشرے میں امن وفلاح کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔عدل صرف عدالتوں میں کئے منصفانہ فیصلے کرنے کا نام نہیں اس کیلئے ہرانسان کے ضمیر کو جگانا ضروری ہے۔ہم پرلازم ہے کہ حاکم ومحکوم ادنی واعلی،امیروغریب بےنواوصاحب اثر فرق مٹاکرسب اپنے اپنے رویے اپنی اپنی حیثیت میں اپنی ذات کے اندر عدل کی صفت اجاگرکریں اور ہرمیدان میں اس روایت پرعمل کریں عدل پر عمل اور قیام نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کا یقین اٹھ گیاہے اس کی بنیادی وجہ دین سے دوری یاعمل اور تعلیم اورعمل میں کمی خصوصاً آخرت کی فکر کا نہ ہونا ہے کیونکہ آخرت کو بھولنا ہی تمام برائیوں کی طرف لے جاتا ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں حکمران اوراثر رسوخ زورآور اپنی طاقت کے نشہ میں چُور اپنے ماتحتوں ،کمزوروں،غربا پرظلم وتشدد کے کلچر کورواج اور فروغ دیتے ہیں۔طاقت واقتدار کا شتر بے مہار استعمال سے ہرطرح کے جرائم میں اضافہ ہواہے۔معاشرے میں ناانصافی ظلم واستحصال کے نتیجے میں غریب لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہواہے یہ سب معاشرے میں صرف عدل اجتماعی کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

ہم نے گذشتہ صفحات میں مختصراُ دنیا کے گزری اقوام اور موجودہ دور کے عدل کا ایک مختصر تصویر پیش کیا ہے۔اس میں آپ کو سب سے بہتر عدل فراہم کرنے کی ضمانت صرف اسلام دیتا ہے۔کیونکہ یہ عالمی امن کے لیے بہترین ٹانک ہے۔جس سے اقوام اور معاشرے پرسکون بنتے ہیں اور ظلم کے خاتمہ کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔اس کی مثالیں ہمیں اسلام کے ہر دور میں ملتی ہیں مثلاً عمر بن عبدالعزیز اور برصغیر میں مسلمانوں کا سنہری دور جیسے اورنگ زیب عالمگیر،شیر شاہ سوری،شاہ جہاں،کا دوراس میں سرفہرست ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کی تعلیمات پرعمل کر کے خوف الٰہی پیدا کر کے عدل کی روح کو سمجھا جائے۔انفرادی عدل،عدل اجتماعی کی طرف پہلا قدم ہوگا۔اس معاملے میں علما،اسکالرز،مفتیان کی بھی ذمہ داری ہے کہ معاشرے کے افراد کو عدل اجتماعی کی حقیقت اوراہمیت سے روشناس کرائیں کیونکہ اس کے فقدان کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔معاشی ناہمواریاں سماجی ناہمواریاں اپنے عروج کو پہنچ چکی ہیں کہ ان پر قابو پانا محال ہوگیا ہے۔طاقت واقتدار،حرص وہوس اثر ورسوخ والوں کی شتر بے مہاری کا حد درجہ نتیجہ منفی ردعمل ہے۔بے شمار جرائم کے پیچھے بنیادی طور پر یہی عمل کارفرما ہے۔ معاشرے میں رحم دلی کی جگہ شقاوت قلبی نے لے لی ہے اور حکمران نمرود وقارون بنے ملکی وقومی خزانوں پر اپنی حکمرانی جمائے بیٹھے ہیں یہ صرف قرآن وحدیث وسنت اور آثار صحابہ وصحابیات اور تمام اچھے لوگوں کی اچھی باتوں پر ہمارا عمل نہ ہونے کی وجہ سے ہے تاکہ سارا معاشرہ عملی مثال قائم کرنے کی ہرممکن کوشش کرے معاشرے اور ملکی قومی سطح پر ہرایک کو اس کا حق ملے اور ظلم کا خاتمہ ہو۔اس لئے کہ شریعت اسلامی کے مطابق قوانین پرعمل درآمد ہی سے تعاون کی فضا کی قائم

کر کے ہی عدل کی طرف قدم بڑھا سکتے ہیں ورنہ اگر معاشرے میں پائی جانے والی کی رحم وہمدردی اور تعاون کی بجائے یہ شقاوت قلبی میں مزید اضافہ ہوتا رہے تو معاشرہ کی بے سکونی جو پہلے ہی اپنی انتہا پر ہے اور جرائم میں بھی اضافہ ہو۔فقہ اسلامی کے مطابق ایسے صاحب ثروت ظالم شقی القلب حکمران یا امرا کے ساتھ قانون کا آہنی ہاتھ استعمال کرنا جائز ہے۔

امام ابن حزم اور امام شاطبی نے قرآن واحادیث اور آثار صحابہ سے جو معاشی نظریات اخذ کئے ان کے مطابق اگر ایک گروہ کے پاس وافر فراوانی سے اشیاء موجود ہوں اور دیگر کچھ لوگوں کی محرومی انتہا درجے کو پہنچ جائے جہاں جان بچانے کیلئے اضطرار میں مردار کھانے کی نوبت آجائے تو ان امراء سے جو اشیاء خورد ونوش بچا کر رکھنے والوں سے لڑ کر ان سے وہ مال چھین لینا جائز ہے۔اگر بھوکا مارا جائے تو مالدار پر قصاص واجب ہے اور اگر مالدار مارا جائے تو اس پر دوہری لعنت برسے گی اور وہ طائفہ باغیہ میں شمار ہوگا۔عدل اجتماعی میں اگر ہم مسلسل ناکام رہے اور مراعات یافتہ اور محروم طبقات میں فرق کو کم کرنے کی کوئی شعوری کوشش نہ کی گئی تو وہ وقت بہت جلد قریب آگے گا جب مفلس نادار اس امر پر مجبور ہو جائے گے کہ طاقت ودولت کے نشے میں ڈوبے ہوئے، بے درد لوگوں سے ان کا سب کچھ چھین لیں۔حسنی مبارک، زین العابدین علی اور کرنل قذافی کے انجام کی کس کو خبر نہیں۔لازم ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو عدل اجتماعی کو ہمارے معاشرے اور ہماری مملکت کے درد کا درماں بنایا جائے۔حضرت علیؓ کا قول ہے کہ کفر پر تو ایک ریاست قائم رہ سکتی ہے لیکن اگر اس میں ظلم پھیل جائے تو وہ اپنی بقا کا جواز کھو بیٹھتی ہے۔(۶۵)

فہرست مصادر ومراجع

۱۔دیکھئے الانعام:۱۱۵،الانفطار:۶،۷

۲۔المائدہ ۸۔نیز دیکھئے۔النحل:۹۰،النساء:۱۳،البقرہ:۲۸۲،الانعام:۱۵۲،النساء:۵۸

۳۔الحدید ۲۵:۵۷

۴۔سید ابوالاعلی مودودی،تفہیم القرآن،ج ۳۲۲/۵

۵۔ابن حجر،فتح الباری،ص:۱۴۵/۲

۶۔۔۔ابن منظور افریقی،لسان العرب،ص۴۳۰،المجلد الحادی العشر،دار صادر بیروت نیز دیکھیے محمد مرتضی زبیدی،تاج العروس من جواہر القاموس(باب الام)ص:۴۷۶،المجلد الخامس عشر،دار الفکر،بیروت لبنان،۱۴۱۴ہجری،لوئیس معلوف،المنجد فی اللغہ،انتشارات اسلام،تہران،ایران۔اسماعیل بن حماد جوہری،الصحاح،دار الحدیث قاہرہ،مصر

۷۔امام جرجانی،کتاب التعریفات،امام جرجانی،ص:۶۴

۸۔ابوبکر احمد بن علی رازی،الجصاص،احکام القرآن،ص ۲۳۴/۳ مطبعہ اوقاف

۹۔۔سلیمان ندوی،سیرۃ النبی،جلد ۶،ص ۳۹۷

۱۰۔ سید مودودی، اسلامی ریاست، ص:۵۲۴، ۵۲۵، ۶۶۶۔ نیز دیکھئے ص:۴۹۴ تا ۵۰۳، اسلامک پبلیکیشنز لاہور۔ نیز دیکھئے سید عبدالصبور طارق، مسلمان قاضیوں کا بے لاگ عدل، ص۱۴، اسلامی تاریخ وتمدن ص ۱۵۷۔

۱۱۔ضرورۃ القرآن ج دوم، ص۴۹، پروفیسر مولانا قاضی زاہد الحسینی، پبلشر ندارد

۱۲۔۔المائدہ:۸

۱۳۔۷۔ابن قیم الجوزیہ، الطرق الحکمیہ مجمع الفقہ الاسلامی الجدہ ۱۴۲۸ھ۔ص:۱۳۲ نیز دیکھئے قرآن مجید مترجم حضرت شیخ الہند ص ۱۴۰

۱۴۔الجمعہ۹:۱۰

۱۵۔النباء:۱۰:۱۰

۱۶۔۔سید قطب شہید، اسلام میں عدل اجتماعی، مترجم: ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی ص۵۳ تا ۱۰۵ اسلامک پبلیکیشنز لاہور

۱۷۔احبار:۲۴:۱۷، مروج الذہب، ۲۱:۱۲، گنتی ۳۱:۳، استثنا، ۱۹:۱۱۔

۱۸۔استثناء۱۵:۳

۱۹۔ایضاً

۲۰۔مثلاً استثناء۱۵:۱:۳ نیز دیکھیے ایضاً ۲۳:۲۰

۲۱۔تالمود، مسّلینی، پال آئزک ہرشوں، لندن، ۱۸۸۵، صفحات ۳۷۔۲۱۰، ۲۲۱، نیز دیکھیے سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، جلد ۱، ص ۲۶۶، سورۃ آل عمران، حاشیہ ۶۴، ۱۹۹۲ء، ادارہ ترجمان القرآن) نیز دیکھیے

archive.org/sterm/atalmudicm/sceloohersgoog#page/m258/mod/2up(A Talmudic Miscellany)

۲۲۔دیکھیے البقرہ:۴۷، نیز دیکھیے المائدہ:۸۲۔

۲۳۔دیکھیے المائدہ :۴۲، البقرہ:۴۷انیز دیکھیے الجمعہ۶۲:۶۔

۲۴۔دیکھیے البقرہ:۸۰

۲۵۔المائدہ:۴۱

۲۶۔متی۵:۴۵۔لوقا۶:۲۸

۲۷۔لوقا۱۲:۲۱، نیز دیکھیے، متی ۵:۲۱، ۲۲، متی، ۵:۳۸۔۴۵، متی ۱۸:۲۰۔

۲۸۔المائدہ:۴۱

۲۹۔المائدہ:۱۸

۳۰۔الحدید:۲۷، نیز دیکھیے سید شمیم حسین قادری، اسلامی ریاست قرآن وسنت کی روشنی میں، علماء اکیڈمی، شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف لاہور، ص ۲۴۴ تا ۲۴۸

۳۱۔سید شمیم حسین قادری، اسلامی ریاست قرآن وسنت کی روشنی میں، علماء اکیڈمی، شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف لاہور، ص ۲۴۸ تا ۲۵۰۔

۳۲۔ڈاکٹر حمید اللہ، مجلّہ عثمانیہ، جلد ۱۱، شمارہ ۱، ۲، ص ۱۹، ۲۰، نیز دیکھیے سیرۃ ابن ہشام ص ۷۹، ۸۷

۳۳۔نقوش رسول نمبر جلد یازدھم شمارہ نمبر ۱۳۰، ص ۶۰۲، جنوری ۱۹۸۵، ادارہ فروغ اردو لاہور

۳۴۔النساء:۵۸

۳۵۔المائدہ:۸

۳۶۔النحل:۹۰

۳۷۔النساء ۵۸

۳۸:النساء:۱۳۵

۳۹۔سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، ج۶ص:۱۲۰

۴۰۔محمد بن اسماعیل بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد، الحدیث:۶۶۰، نیز دیکھئے النساء۲۰

۴۱۔سید عبدالصبور طارق، مسلمان قاضیوں کا بے لاگ عدل، ص۱۵تا۲۰

۴۲۔پروفیسر رفیع اللہ شہاب، عدل کا اسلامی تصور، مقبول بکس، لاہور، ۱۹۹۹، ص۱۹، ۱۸

۴۳۔النساء:۵۸۔ مائدہ:۸۔ سورہ النساء:۶۵

۴۴۔امام سرخسی، المبسوط، ص۱۰۹، مطبعہ السعادۃ مصر، ۱۳۳۱ ہجری

۴۵۔شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، جلد۲ص۷۶

۴۶۔صحیح بخاری، جلد۲، کتاب التفسیر، سورۃ الاعراف

۴۷سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، ص۱۹۱، حدیث۸۱۹

۴۸۔سیرۃ الصدیق ص، ۵۹تا۶۰، پروفیسر محمد عبدالحفیظ صدیقی، برصغیر پاک و ہند میں اسلامی نظام عدل گستری، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ص۳۹

۴۹۔کنز العمال، جلد۳ص۱۳۴، حیدرآباد، طبقات ابن سعد، آرام باغ کراچی

۵۰۔کنز العمال، ازالۃ الخفاء اور اخبار القضاۃ وغیرہ میں متعدد فتوے ملتے ہیں۔تفصیل کے لیے دیکھیے پروفیسر محمد عبدالحفیظ صدیقی، برصغیر پاک و ہند میں اسلامی نظام عدل گستری، ص۴۵، ۴۶، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

۵۱۔ابن جوزی، سیرۃ عمر بن خطاب

۵۲۔لطرق الحکمیہ، ص۵۲، بحوالہ سوانح اہلبیت ص۱۲۸

۵۳۔سورۃ حدید میں ۲۶/۵۷

۵۴۔کنز العمال، ص۳/۱۷۴

۵۵۔محمد بن یوسف، واسطۃ السلوک فی سیاسۃ الملوک، ص۲۳

۵۶۔محمد بن یوسف، انور المعروسی، الشریح والقضاۃ فی اسلام، ص۸۳، ۱۹۸۴، مؤسسۃ شباب الجامعۃ الاسکندریہ

۵۷۔تفصیل کے لیے دیکھیں توبہ:۴۰

۵۸۔الانعام:۱۵۲

۵۹۔سیاست شرعیہ، ابن تیمیہ، ص:۲۴۳

۶۰۔ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ج۲ مترجم مولانا محمد صاحب جونا گڑھی مکتبہ قدوسیہ ۱۹۹۹، ص۱۳۲

۶۱۔السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد دہم، ص۸۷تا۸۹، حیدرآباد (دکن)

۶۲۔ابن تیمیہ،۲۸۰،سیاست شرعیہ،مترجم محمد اسماعیل گودھروی،تاجران کتب قرآن کراچی،موسوی مسافر خانہ،سن ندارد، امام غزالی ،احیا علوم الدین،ج ا،، نیز دیکھیے ابن قیم کی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم۔

۶۳۔آل عمران:۷۵۔

۶۴۔ابوالکلام آزاد،رسول رحمت،مرتب غلام رسول مہر،شیخ غلام علی اینڈ سنز،لاہور،۱۹۸۱،ڈاکٹر اسرار احمد،اسلام میں عدل اجتماعی کی اہمیت اور موجودہ جاگیرداری اور غیر حاضر زمہ داری،مرکزی انجمن خدام قرآن لاہور

۶۵۔امام شاطبی،ابی اسحق ابراھیم بن موسی،الاعتصام،المجلد الرابع،مکتبہ التوحید،سن ندادرد،ابن حزم،المحلی، ادارۃ الطباعہ المنیریۃ،الجز السادس،۱۳۴۸ھ

نیز آپ درج ذیل کتب بھی ملاحظہ کیجیے

☆ تالمود،ایچ پولانو،مترجم سٹیفن بشیر،مکتبہ عنادیم گوجرانوالا پاکستان طبع سوم،۲۰۱۰ء۔☆ کتاب مقدس بائبل،سوسائٹی انارکلی لاہور۔

☆ ڈاکٹر سعود سلمان،سلیمان قاسم ودیگر،اسلام کا سیاسی نظام،مترجم خدا بخش کلیار،نشریات لاہور۔

☆ سیرت النبی کے درخشاں پہلو (الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول) عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر،ترجمہ غلام احمد حریری،نعمانی کتب خانہ لاہور۔

☆ طالب الہاشمی،حسنت جمیع خصالہ،القمر انٹر پرائز لاہور

☆ مطالعہ سیرت،ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی۔

☆ مصطفی سباعی مترجم معروف شاہ،اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو

☆ سیرت الرسول،مولانا اسد القادری

☆ اسلام کا نظام صرف دولت اور انفاق،پروفیسر فائزہ احسان صدیقی

☆ اسلامی خطبات۔

☆ میزان الحکمت،آیت اللہ محمدی شہری،الفضل مارکیٹ لاہور،نہج البلاغہ اور حیات اجتماعی شیخ حسن موسی دارالثقلین کراچی

☆ عدل الٰہی،شہید مرتضی مطہری مترجم سید ابوطالب،مکتبہ العلوم کراچی

http://virtualians.pk/group/islam-the-greatest-religion/forum/topics/hazrat-umer-r-a-ka-adal-o-insaf?xg_source=activity

http://www.thepaktv.com/forums/f77/adal-ki-barqat-54949

http://aaokamyaabikiterf.blogspot.com/2012/11/dunyaawi-muamlaat-mein-adal-keme-walon.html

http://aaokamyaabikiterf.blogspot.com/2012/11/adal-jannat-mein-le-jane-wala-he.html

http://www.tauheed-sunnat.com/sunnat/content/ijtamai-zindigi-part-1